

وَلَقَدْ سَخَّرْنَا الْقُلُوبَ لِلذَّكَرِ مِنْكُمْ

# تیسیر الکرم الرحمن

فی تفسیر کلام المثنان  
(اردو ترجمہ)

جلد اول

مفسر قرآن: فضیل شیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن محمد اللہ محقق

ترجمہ انگریزی: پروفیسر طیب شاہین لودھی

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف



دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ



## فرمان الہی

وَقَالَ الرَّسُولُ

يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَجْزُوًا

اور رسول (ﷺ) فرمیں گے:

”اے الہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو بے پشت ڈال دیا تھا۔“

(الفرقان: ۳۰/۲۵)

## فرمان نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَفْعُ

بِهَذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيُخْلِعُ بِنَاهِجِيْنِ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں ڈھیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۴)



## عرضِ ناشر

فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ”تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان“ کا اردو ترجمہ اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ یہ جدید عربی تفاسیر میں ایک نہایت ممتاز تفسیر ہے جو حسب ذیل خصوصیات کی حامل ہے

- یہ اسرائیلی اور ضعیف روایات سے پاک ہے۔
  - اس میں صرفی و نحوی مباحث اور الفاظ کی لغوی تحقیق سے بھی بالعموم احتراز کیا گیا ہے۔
  - احادیث کے حوالوں کا بھی اس میں زیادہ التزام نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود اس کا منہج سلفی تفاسیر کے عین مطابق ہے۔
  - فقہی اختلافات سے بھی بالعموم گریز کیا گیا ہے۔
  - بغیر کسی ادعا کے ربط آیات کا ایسا التزام ہے جو تکلف و تعق سے پاک ہے۔
  - نہایت سادہ اور سلیس عربی میں ہر آیت کا مفہوم فاضل مفسر نے اپنی خداداد فہم اور قرآنی بصیرت کی روشنی میں واضح کیا ہے۔
  - قصص و واقعات سے عبر و حکم کا استنباط بھی خوب اور نہایت عجیب ہے۔
  - اسی طرح بعض آیات سے مسائل کا استنباط و استخراج بھی قابلِ داد ہے۔
  - غیر ضروری اور لا طائل مباحث سے بھی یہ تفسیر پاک ہے۔
  - حشو و زوائد اور خواہ مخواہ کی طوالت سے اجتناب کیا گیا ہے۔
- مذکورہ خصوصیات کی وجہ سے یہ تفسیر ایک منفرد مقام کی حامل اور عرب علماء میں نہایت مقبول و معروف ہے۔ انہی خوبیوں کی بنا پر دارالسلام نے اس عربی تفسیر کو اردو قالب میں ڈھالنے کا عزم کیا اور کئی سال کی محنت شاقہ کے بعد آج اس کا اردو ایڈیشن آپ کے سامنے ہے۔

ترجمے کا کام ایک مشاق، ماہر اور معروف شخصیت جناب پروفیسر طیب شاہین لودھی رحمۃ اللہ علیہ (آف ملتان) نے کیا ہے اور نظر ثانی، تنقیح و تہذیب اور حسب ضرورت تعلیق و حواشی کا کام جناب حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ



مدیر شعبہ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دارالسلام لاہور نے کیا ہے اور تقریباً ڈیڑھ پارے کا ترجمہ مولانا عطاء اللہ ساجد رحمۃ اللہ علیہ فاضل مدینہ یونیورسٹی، استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کے قلم سے ہے۔

اس کی تصحیح اور پروف ریڈنگ میں دارالسلام کے فاضل رفقاء حافظ عبدالرحمان ناصر، مولانا محمد اجمل فاضل مدینہ یونیورسٹی اور پروفیسر ابوالانس محمد سرور گوہر رحمۃ اللہ علیہ نے شب و روز محنت کی ہے۔ اس تفسیر کو نہایت نفیس اور دیدہ زیب بنانے کیلئے ڈیزائننگ سیکشن نے خوب محنت کی ہے خصوصاً محمد عامر رضوان اور محمد ندیم کامران رحمۃ اللہ علیہ نے شب و روز محنت کی ہے۔

ادارہ ان تمام حضرات کا شکر گزار اور سب کے لیے دعا گو ہے اللہ تعالیٰ مذکورہ تمام حضرات کی کاوش و محنت کو قبول فرمائے اور اس کا بہترین صلہ انہیں دنیا و آخرت میں عطا فرمائے۔ (آمین)

عربی میں اس تفسیر کے متعدد نسخے طبع ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض میں ایک دوسرے سے جزوی اختلافات بھی ہیں، چنانچہ ایک عربی فاضل اور محقق الشیخ عبدالرحمن بن معلل اللومق نے ان تمام نسخوں کا اصل قلمی نسخوں کے ساتھ تقابل کیا جو فاضل مؤلف کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ہیں۔ اور اس کی روشنی میں صحیح اور محقق نسخہ تیار کیا، اسی محقق نسخے کو دارالسلام الریاض نے عربی میں شائع کیا اور اب اسی ایڈیشن کو اردو کا جامہ پہنا کر شائع کیا جا رہا ہے۔ اس محقق ایڈیشن میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۸ سے تا آخر سورہ البقرہ اور سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۹ تک، فاضل مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے نئے سرے سے تفسیر کی تھی، جو پہلے شائع شدہ ایڈیشن کی تفسیر سے خاصی مختلف تھی۔ اس لیے اس پورے حصے کا ہم نے بھی دوبارہ ترجمہ کروا کے یہ حصہ اس میں شامل کیا ہے تاکہ دارالسلام لاہور کا اردو ایڈیشن بھی اس عربی ایڈیشن کے مطابق ہو جائے جو دارالسلام الریاض (سعودی عرب) نے بڑی محنت اور تحقیق کے بعد شائع کیا ہے۔ اس حصے کے اردو ترجمے کے لیے ہم مولانا عطاء اللہ ساجد رحمۃ اللہ علیہ فاضل مدینہ یونیورسٹی کے ممنون و مشکور ہیں۔

قرآن مجید کے عربی متن کے ساتھ جو ترجمہ لگایا گیا ہے، وہ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا تیار کردہ لفظی ترجمہ ہے۔ تفسیر کے ضمن میں جو آیات یا آیتوں کے ٹکڑے ہیں، وہاں کسی مخصوص ترجمے کی پابندی نہیں کی گئی اس لیے متن کے ترجمے اور دوران تفسیر میں آنے والی آیات کے ترجمے میں فرق و اختلاف ہے۔ اس کی وضاحت اس لیے ضروری سمجھی گئی ہے تاکہ قارئین کسی ذہنی خلجان کا شکار نہ ہوں۔

قرآن مجید کے متن کی کتابت معروف خطاط علی احمد صابر کے حسن فن کی آئینہ دار اور ان کے موئے قلم کی شہ کار ہے اور تفسیر کے ضمن میں جو آیات یا آیات کے ٹکڑے ہیں، وہ بھی اسی خط میں ہیں۔ اس اہتمام اور کتابت سے ایک تو متن قرآن میں غلطیاں نہ ہونے کے برابر ہیں (ان شاء اللہ) دوسرے اس سے کتابت کے حسن



میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔

اس کی پہلی جلد دس (۱۰) پاروں پر مشتمل ہے۔ اس اعتبار سے مکمل تفسیر ۳ جلدوں میں ہے۔

حسن کتابت کے ساتھ حسن طباعت کے لیے بھی ادارے نے بڑی محنت کی ہے اور دارالسلام کے روایتی معیار کو اس میں نہ صرف برقرار رکھا گیا ہے بلکہ اس میں کئی گنا اضافہ ہی کیا ہے جیسا کہ قارئین ہماری اس بات کی تصدیق کریں گے۔ گویا پیکر حسن کو لباس جمیل سے آراستہ کر کے اس کے قامت کی زیبائی اور روئے آبدار کی رعنائی کو خوب سے خوب تر اور فزوں سے فزوں تر کر دیا گیا ہے۔

اس کے حسن میں اضافے ہی کے لیے ادارے نے اسے دورنگوں میں شائع کیا اور نہایت نفیس دیدہ زیب جلد کا اہتمام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری ان مساعی کو قبول فرمائے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر انداز میں اپنے دین کی خدمت کی توفیق سے نوازے۔ (آمین)

خادم کتاب و سنت

**عبد المالک مجاہد**

مدیر دارالسلام الریاض لاہور

(شوال ۱۴۲۳ھ جنوری ۲۰۰۳ء)



## مقدمہ مفسر

ہر قسم کی حمد و ثنا کی مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا جو حلال و حرام، خوش بخت و بد بخت اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کرتا ہے۔ اسے کفر و ضلالت اور معاصی و جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر اور اہل تقویٰ مومنین کے لیے خاص طور پر نور ایمان اور علم و تقویٰ کی طرف راہ نمائی کرنے والا قرار دیا اور اسے قلب کے شبہات و شہوات کے جملہ امراض کی شفا کے طور پر نازل فرمایا۔ اس کے ذریعے سے مقاصد عالیہ میں علم و یقین حاصل ہوتا ہے اور ابدان کو علل و امراض اور آلام و اسقام سے شفا ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس کتاب عظیم میں کسی بھی پہلو سے کوئی شک و شبہ نہیں، کیونکہ یہ اپنی اخبار اور اوامر و نواہی میں حق عظیم پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو برکت والی کتاب بنا کر بھیجا ہے جس کے اندر خیر کثیر، علم کی گہرائی، گونا گوں اسرار و رموز اور بلند مقاصد پنہاں ہیں۔ پس دنیا و آخرت کی ہر برکت و سعادت صرف اسی کو راہ نمائے اور اس کی پیروی کر کے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ یہ کتاب گزشتہ کتابوں کی تصدیق اور نگہبانی کرتی ہے اس لیے جس کے حق ہونے کی یہ گواہی دے صرف وہی حق ہے اور جس کو یہ رد کر دے وہ مردود ہے، کیونکہ یہ گزشتہ کتب الہی کی ہدایت کو نہ صرف مضمّن ہے بلکہ یہ مزید ہدایت پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا: ﴿يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ﴾ (المائدہ: ۱۶/۵) ”اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے سے ان لوگوں کی سلامتی کے راستوں کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو اس کی خوشنودی کی پیروی کرتے ہیں۔“ پس اللہ تعالیٰ ہی سلامتی کے گھر کی طرف راہ نمائی کرنے والا اس گھر تک پہنچنے والے راستے کو واضح کرنے والا اس راستے پر چلنے کے لیے آمادہ کرنے والا اور اس پر رواں دواں رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان راستوں سے آگاہ فرماتا ہے اور ان سے ڈراتا ہے جو انسان کو آلام و مصائب کی طرف لے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿كُتِبَ احْكَمْتُ اَيْتُهُ ثُمَّ فَضَّلْتُ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ (ہود: ۱۱۱) ”یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات کو محکم کیا گیا پھر ان کو کھول کھول کر بیان کیا گیا، ایک دانایا خبردار ہستی کی طرف سے۔“ پس اللہ تعالیٰ نے اس کتاب عظیم کی آیات کو پوری طرح واضح فرمایا اور ہر طرح سے محکم اور



مضبوط کیا۔ حق و باطل اور رشد و ضلالت کے درمیان امتیاز کرتے ہوئے ان آیات کو اس طرح کھول کھول کر بیان کیا کہ التباس کے تمام پردے ہٹا دیئے کیونکہ یہ کتاب ایک دانا اور خبردار ہستی کی طرف سے آئی ہے۔ بنا بریں یہ عظیم کتاب حق و صداقت اور یقین کے سوا کسی چیز کی خبر نہیں دیتی، عدل و احسان اور نیکی کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیتی اور دین و دنیا میں نقصان دہ امور کے سوا کسی چیز سے نہیں روکتی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم کھائی اور اسے (مَجِيدٌ) کی صفت سے موصوف فرمایا ہے۔ (الْمَجِيدُ) سے مراد تمام اوصاف کی وسعت اور ان کی عظمت ہے۔ قرآن ان اوصاف سے اس لیے متصف کیا گیا ہے کیونکہ قرآن کے معانی اور ان کی عظمت ان تمام اوصاف پر مشتمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو (ذُو الذِّكْرِ) کہہ کر اس کا وصف بیان فرمایا ہے یعنی اس میں علوم الہیہ، اخلاق جمیلہ اور اعمال صالحہ کا ذکر ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (یوسف: ۲/۱۸۲) ”ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے شاید کہ تم سمجھو“، یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے عربی زبان میں نازل فرمایا تاکہ ہم اسے سمجھ سکیں اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس میں غور و فکر کریں اور اس کے علوم کا استنباط کریں کیونکہ غور و فکر ہی ہر خیر کی کنجی ہے اور غور و فکر ہی سے علوم و اسرار حاصل ہوتے ہیں۔

پس ہر قسم کی حمد و مدح اور شکر و ثنا اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کہ اس نے اپنی کتاب کو ہدایت و شفا، رحمت و نور، چشم بینا عطا کرنے والی یا دہانی کرانے والی، عبرت، برکت اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور خوشخبری بنایا ہے۔ جب یہ حقیقت معلوم ہوگئی تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ مکلف اس کے معانی کی معرفت اور اس سے راہ نمائی حاصل کرنے کا محتاج ہے۔

بندے پر فرض ہے کہ وہ قرآن سیکھنے اور اس کو سمجھنے کے لیے پوری کوشش اور جدوجہد سے کام لے اور اس منزل تک پہنچنے کے لیے آسان اور قریب ترین ذرائع استعمال کرے۔

ائمہ تفسیر رحمہم اللہ نے قرآن کریم کی بہت سی تفاسیر لکھی ہیں۔ ان میں سے کچھ تفاسیر بہت طویل اور ضخیم ہیں اور ان کے اکثر مباحث مقصد سے ہٹے ہوئے ہیں۔ کچھ تفاسیر انتہائی مختصر ہیں جن میں مفہوم مراد سے قطع نظر صرف لغوی الفاظ کی توضیح و تشریح پر اکتفا کیا گیا ہے حالانکہ اس سلسلے میں مناسب یہ ہے کہ معانی کو مقصد بنایا جائے اور الفاظ ان معانی کے حصول کا وسیلہ ہیں۔ اس لیے سیاق کلام میں غور کیا جائے کہ اس کا مقصد سیاق کیا ہے پھر دیگر مقامات پر اس کی نظر کے ساتھ اس کا تقابل کیا جائے تب معلوم ہوگا کہ اس کا مقصد سیاق تمام مخلوق کی ہدایت ہے خواہ وہ عالم ہوں یا جاہل، شہری ہوں یا بدوی۔ پس آیات کے اسالیب میں غور و فکر کے ساتھ ساتھ



نزول قرآن کے وقت رسول اللہ ﷺ کے احوال آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور دشمنوں کے ساتھ آپ کی سیرت کا علم سب سے بڑا ذریعہ ہے جو معرفت معانی اور فہم مراد کے حصول میں مدد دیتا ہے۔ خاص طور پر جب اس کے ساتھ مختلف علوم عربیہ کو شامل کر لیا جائے (تو فہم قرآن آسان تر ہو جاتا ہے)

جسے ان امور کی توفیق عطا کر دی گئی ہو، تو اس کے سامنے قرآن میں تدبر و تفہیم اس کے الفاظ و معانی اور ان کے لوازم منطوق و مفہوم کے اعتبار سے ان کی دلالت پر بکثرت غور و فکر کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ پس جب وہ اس بارے میں پوری کوشش کرتا ہے، تو رب تعالیٰ اپنے بندے سے زیادہ کریم ہے، وہ اپنے بندے پر علوم قرآن کے ایسے امور منکشف کرتا ہے جنہیں وہ اکتسابی طور پر حاصل نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میرے بھائیوں پر احسان فرمایا اور ہمارے احوال کی مناسبت سے ہمیں اپنی کتاب عزیز میں مشغول رہنے کی توفیق سے نوازا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں حسب توفیق کتاب اللہ کی تفسیر لکھوں جو فہم قرآن کے حصول کے خواہشمندوں کے لیے یاد دہانی، بصیرت کے متلاشیوں کے لیے ذریعہ بصیرت اور اصحاب سلوک کے لیے معونت ہو اور اس کے ضائع ہونے کے ڈر سے میں اس کو ضبط تحریر میں لے آیا ہوں۔

اس تفسیر میں میرا مقصد معنی مقصود کے سوا کچھ نہیں اور اس معنی کے حصول کے لیے میں الفاظ کی تحلیل اور ان کے عقدہ کشائی میں مشغول نہیں ہوا، کیونکہ اس میدان میں مفسرین کی کاوشوں نے بعد میں آنے والوں کو بے نیاز کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر سے نوازے۔

میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں، اور وہی میرا سہارا ہے، کہ وہ میرے مقصد کے حصول کو میرے لیے آسان کرے گا، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اس مقصد کے حصول کو آسان نہ بنائے تو اس کو حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ مدد نہ فرمائے تو بندے کے پاس اپنی آرزوؤں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کاوش کو اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بنائے اور اس کے نفع کو عام کرے وہ بڑا بخشنے والا اور کریم ہے۔  
اللھم صل علی محمد و آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا۔







## اسلوبِ تفسیر

یہ جان لیجیے کہ میرا طریق تفسیر یہ ہے کہ ہر آیت کا جو مفہوم میرے ذہن میں آتا ہے، میں اسے پیش کر دیتا ہوں اور جب وہی آیت دوبارہ سامنے آتی ہے تو میں اپنے پہلے پیش کردہ مفہوم اور نکات کو کافی نہیں سمجھتا بلکہ (اس موقع کی مناسبت سے) نئے پہلوؤں کا اضافہ کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ایک خصوصیت ”مثانی“ بھی بیان فرمائی ہے۔ یعنی اس میں قصص، احکام اور اقوام عالم کے عبرت آموز واقعات کا بار بار بیان ہوتا ہے۔ ان عظیم حکمتوں کی وجہ سے یہ تمام مقامات مفید اور نافع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں ہر جگہ غور و فکر کی دعوت دی ہے کیونکہ اس میں علوم و معارف اور ظاہر و باطن کی درستی اور تمام معاملات کی اصلاح بھی موجود ہے۔ (مؤلف)





وَلَقَدْ لَبِثْنَا الْقُرْآنَ لِلدَّاعِي مِنْ دُونِكُمْ

# تیسیر الکرم الرحمن

فی تفسیر کلام المثنان  
(اردو ترجمہ تفسیر السعدی)

جلد اول

مفسر قرآن: فضیل شیح عبدالرحمان بن ناصر السعدی

تحقیق: عبد الرحمان بن محمد اللویق

ترجمہ معانی القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف  
ترجمہ تفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی



دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ



## تَفْسِيرُ سُورَةِ الْفَاتِحَةِ

سُورَةُ الْفَاتِحَةِ  
(۱۱ مَکِّيَّةٌ ۵)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرع) ہدایت مہربان بہت بڑھانے والا ہے

اِنَّا هَدٰىكُمْ  
رُكُوْعَهَا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ مُلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا ○ نہایت مہربان بڑا رحم کرنے والا ○ مالک ہے یوم جزا کا

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵ صِرَاطَ

تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں ○ دکھا ہم کو راستہ سیدھا ○ راستہ

الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝۶ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ۝۷

ان لوگوں کا کہ انعام کیا تو نے ان پر، وہ جو نہیں غصہ کیا گیا ان پر اور نہ وہ جو گمراہ ہیں ○

چ

یعنی میں اللہ تعالیٰ کے ہر نام سے ابتدا کرتا ہوں کیونکہ لفظ ”اسم“ مفرد اور مضاف ہے جو تمام اسمائے حسنیٰ کو شامل ہے۔ ﴿اللہ﴾ وہ ذات ہے جو بندگی کے قابل اور معبود ہے وہ اکیلا ہی عبادت کا مستحق ہے کیونکہ وہ الوہیت کی صفات سے متصف ہے اور وہ صفات کمال ہیں۔

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ دو نام ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بے پایاں اور عظیم رحمت کا مالک ہے۔ اس کی رحمت ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہر زندہ چیز کے لیے عام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب تقویٰ اور اپنے انبیاء و رسل کے پیروکاروں کے لیے اس رحمت کو لازم کر دیا ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے رحمت مطلقہ ہے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لیے اس کی رحمت میں سے کچھ حصہ ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور احکام صفات پر ایمان لانا ایمانیات کے ان قواعد میں شمار ہوتا ہے جن پر تمام سلف اور ائمہ امت متفق ہیں، مثلاً وہ ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحمن ہے رحیم ہے اور رحمت کا مالک ہے جس سے وہ متصف ہے اور اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جن پر رحم کیا جاتا ہے۔ پس تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ہیں۔ اور یہی اصول تمام اسمائے حسنیٰ میں جاری ہے جیسے (اَلْعَلِيْم) کے بارے میں کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ علیم اور صاحب علم ہے اور اس علم کے ذریعے سے ہر چیز کو جانتا ہے۔ وہ (قَدِيْر) یعنی صاحب قدرت ہے ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور اس کے ان افعال کی ثناء ہے جو فضل و عدل کے درمیان دائر ہیں۔ پس ہر پہلو سے کامل حمد کا مالک وہی ہے۔ ﴿رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ”جہانوں کا پروردگار ہے۔“ (رَبِّ) وہ ہستی ہے جو تمام جہانوں کی مربی ہے۔ (اَلْعٰلَمِيْنَ) سے مراد اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوق ہے۔ پہلے اس نے



ان کو پیدا کیا، ان کے لیے ان کی زندگی کا سر و سامان مہیا کیا اور پھر انہیں اپنی ان عظیم نعمتوں سے نوازا کہ اگر وہ نہ جوتس تو ان کے لیے زندہ رہنا ممکن نہ ہوتا۔ پس مخلوق کے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے۔ مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کی تربیت (پرورش کرنے) کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تربیت عامہ (۲) تربیت خاصہ تربیت عامہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا، ان کو رزق بہم پہنچایا اور ان مفادات و مصالح کی طرف ان کی راہ نمائی کی جن میں ان کی دنیاوی زندگی کی بقا ہے۔ تربیت خاصہ وہ تربیت ہے جو اس کے اولیا کے لیے مخصوص ہے پس وہ ایمان کے ذریعے سے ان کی تربیت کرتا ہے، انہیں ایمان کی توفیق سے نوازتا اور ان کی تکمیل کرتا ہے وہ ان سے ان تمام امور کو دور کرتا ہے جو راہ حق پر چلنے سے انہیں باز رکھتے ہیں اور ان تمام رکاوٹوں کو ہٹاتا ہے جو ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حائل ہوتی ہیں۔

تربیت خاصہ کی حقیقت یہ ہے کہ اس سے ہر بھلائی کی توفیق ملتی اور ہر برائی سے حفاظت نصیب ہوتی ہے۔ شاید یہی معنی انبیائے کرام علیہم السلام کی دعاؤں کا سر نہاں ہے کہ ان میں اکثر ”رب“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ انبیائے کرام کی فریادیں تمام کی تمام اللہ تعالیٰ کی ربوبیت خاصہ کے تحت آتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمام مخلوق کو تخلیق کیا ہے۔ وہ اکیلا ہی ان کی تدبیر کرتا ہے اور اسے کمال بے نیازی حاصل ہے اور تمام عالم ہر پہلو اور ہر اعتبار سے اس کا محتاج ہے۔

﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ ”وہ جزا کے دن کا مالک ہے“ (الْمَالِك) وہ ہستی ہے جو ملک کی صفت سے متصف ہو۔ جس کے آثار یہ ہیں کہ وہ ہستی حکم دیتی ہے اور روکتی ہے، نیکی پر ثواب عطا کرتی ہے اور گناہوں پر سزا دیتی ہے، وہ اپنی ملکوت میں ہر قسم کا تصرف کرتی ہے اور اس کی ملکیت کی اقسام میں سے ایک جزا کا دن بھی ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ جس دن لوگوں کو ان کے اچھے یا برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس لیے اس روز اللہ تعالیٰ کی ملکیت کاملہ اور اس کا عدل اور حکمت مخلوق پر بالکل ظاہر ہو جائے گی اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ مخلوق کے اختیارات میں کچھ نہیں ہے، حتیٰ کہ اس دن بادشاہ اور رعایا، غلام اور آزاد سب برابر ہوں گے۔ اس روز تمام حقوق اس کی عظمت و عزت کے سامنے سرنگوں اور سرافگندہ ہوگی۔ تمام لوگ اس کی جزا و سزا کے فیصلے کے منتظر ہوں گے اس کے ثواب کے امیدوار اور اس کی سزا سے خائف ہوں گے۔ اسی بنا پر اس نے خاص طور پر اس دن کی ملکیت کا ذکر کیا ہے ورنہ قیامت کے دن اور دیگر دنوں کا وہی مالک ہے۔

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ ”ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں“ یعنی تجھ

اکیلے ہی کو ہم عبادت اور استغانت کے لیے مخصوص کرتے ہیں کیونکہ (نحوی قاعدے کے مطابق) معمول کا اپنے



عامل سے پہلے آنا حصر کے معنی پیدا کرتا ہے اور حصر سے مراد صرف مذکور کے لیے حکم کا اثبات اور اس کے سوا کسی اور کے لیے اس حکم کی نفی کرنا ہے۔ گویا بندہ کہتا ہے:

”ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور تیرے سوا کسی سے مدد کے طلبگار نہیں ہوتے۔“

عبادت کو استعانت پر مقدم کرنا عام کو خاص پر مقدم کرنے کی نوع میں سے ہے نیز اللہ تعالیٰ کے حق کو بندے کے حق پر مقدم کرنے کا اہتمام ہے۔ ”عبادت“ ایک ایسا اسم ہے جو ان تمام ظاہری اور باطنی اعمال و اقوال کا جامع ہے جن کو اللہ پسند کرتا ہے اور جن سے وہ راضی ہوتا ہے۔

(اِسْتِعَانَةً) کا مطلب ’جلب منفعت اور دفع ضرر کے حصول میں پورے وثوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرنا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے قیام، منافع کے حصول اور نقصان کے ازالے میں صرف اسی سے مدد کا طلبگار ہونا ابدی سعادت کا وسیلہ اور تمام برائیوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ پس نجات کا راستہ یہی ہے کہ عبادت بھی صرف ایک اللہ کی کی جائے اور مدد بھی صرف اسی سے مانگی جائے۔

اور عبادت اس وقت تک عبادت نہیں جب تک کہ اسے رسول اللہ ﷺ سے حاصل نہ کیا گیا ہو اور اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا نہ ہو۔ ان دو امور کے وجود سے عبادت متحقق ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ”استعانت“ کو ”عبادت“ کے بعد ذکر کیا ہے حالانکہ استعانت عبادت میں داخل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ اپنی تمام عبادات میں اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد نہ فرمائے تو بندہ اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل اور اس کی منہیات سے اجتناب نہیں کر سکتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ یعنی سیدھے راستے کی طرف ہماری راہ نمائی فرما اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق سے ہمیں نواز۔

(صراط مستقیم) سے مراد وہ واضح راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے۔ یہ معرفت حق اور اس پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔ پس اس راستے کی طرف راہ نمائی فرما اور اس راستے میں ہمیں اپنی راہ نمائی سے نواز۔ صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کا مطلب دین اسلام کو اختیار کرنا اور اسلام کے سوا دیگر تمام ادیان کا ترک کر دینا ہے اور صراط مستقیم میں راہ نمائی سے نوازنے کے معنی یہ ہیں کہ تمام دینی معاملات میں علم و عمل کے اعتبار سے ہماری صحیح اور مکمل راہ نمائی فرما، لہذا یہ دعا سب سے زیادہ جامع اور بندہ مومن کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ بنا بریں انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنی نماز کی ہر رکعت میں اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے



کیونکہ وہ اس کا ضرورت مند ہے۔

یہ صراط مستقیم نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں اور صالحین کا راستہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا یہ ﴿الْمَغْضُوبُ عَلَيْهِمْ﴾ لوگوں کا راستہ نہیں جن پر غضب نازل ہوا، جنہوں نے حق کو پہچان کر بھی اسے ترک کر دیا مثلاً یہود وغیرہ۔ اور نہ یہ ﴿الضَّالِّينَ﴾ یعنی گمراہ لوگوں کا راستہ ہے جنہوں نے نصاریٰ کی مانند حق کو ترک کر کے جہالت اور گمراہی کو اختیار کیا۔ پس یہ سورت اپنے ایجاز و اختصار کے باوجود ایسے مضامین پر مشتمل ہے جو قرآن مجید کی کسی اور سورت میں نہیں پائے جاتے۔ سورۃ فاتحہ توحید کی اقسام ثلاثہ کو متضمن ہے۔

۱۔ توحید ربوبیت: اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ سے ماخوذ ہے۔

۲۔ توحید الوہیت: یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو عبادت کا مستحق سمجھنا۔ لفظ ”اللہ“ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ سے ماخوذ ہے۔

۳۔ توحید اسماء و صفات: توحید اسماء و صفات سے مراد ہے کہ بغیر کسی تعطیل، تمثیل اور تشبیہ کے اللہ تعالیٰ کے لیے ان صفات کمال کا اثبات کرنا جن کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے اور رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کیا ہے اور اس پر لفظ (الْحَمْدُ) دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ اثبات نبوت کو متضمن ہے کیونکہ سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی نبوت و رسالت کے بغیر ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ سے اعمال کی جزا و سزا ثابت ہوتی ہے نیز یہ جزا و سزا عدل و انصاف سے ہوگی کیونکہ ”دین“ کے معنی ہیں عدل کے ساتھ بدلہ دینا۔

اور سورۃ فاتحہ تقدیر کے اثبات کو بھی متضمن ہے نیز اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ بندہ ہی درحقیقت فاعل ہے۔ قدر یہ اور جبریہ کے نظریات کے برعکس بلکہ ﴿إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ تمام اہل بدعت و ضلالت کی تردید کو متضمن ہے، کیونکہ صراط مستقیم سے مراد حق کی معرفت اور اس پر عمل پیرا ہونا ہے اور بدعتی اور گمراہ شخص ہمیشہ حق کا مخالف ہوتا ہے۔

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ اس بات کو متضمن ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خالص رکھا جائے، چاہے اس کا تعلق عبادات سے ہو یا استعانت سے۔ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔





## تَفْسِيرُ سُورَةِ الْعَلَقِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
اللہ کے نام سے (شرع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اَنبَاہَا ۱۹  
رُكُوْعَهَا ۱

سُورَةُ الْعَلَقِ  
(۹۶) مَكِّيَّةٌ (۱۱)

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝۳

پڑھیے اپنے رب کے نام سے وہ جس نے پیدا کیا اس نے پیدا کیا انسان کو جنہ ہوئے خون سے ۝ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے ۝

الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ

وہ ذات جس نے (علم) سکھایا قلم کے ذریعے سے ۝ اس نے سکھایا انسان کو جو کچھ نہیں جانتا تھا وہ ۝ یقیناً! بلاشبہ انسان

لَيَطْغَى ۝۶ أَنْ رَأَاهُ اسْتَغْنَى ۝۷ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَى ۝۸ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ

البتہ سرکشی کرتا ہے ۝ اس لیے کہ وہ دیکھتا ہے اپنے آپ کو بے پروا ۝ بلاشبہ آپ کے ہی کی طرف واپسی ہے ۝ بھلا بتلا تو سہی وہ شخص جو روکتا ہے ۝

عَبْدًا إِذَا صَلَّى ۝۹ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَىٰ الْهَدَىٰ ۝۱۰ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ۝۱۱ أَرَأَيْتَ

ایک بندے (محمد ﷺ) کو جب وہ نماز پڑھتا ہے ۝ بھلا بتلا تو! اگر ہو وہ (نمازی) ہدایت پر ۝ یا وہ حکم دیتا ہو پرہیز گاری کا ۝ بھلا بتلا تو! ۝

إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝۱۲ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ۝۱۳ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۝۱۴ لَنَسْفَعًا

اگر اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی ۝ کیا نہیں جانتا اس نے یہ کہ بلاشبہ اللہ (اسے) دیکھ رہا ہے؟ ۝ ہرگز نہیں! البتہ اگر نہ کا وہ تو ضرور گھسیٹیں گے ہم (اسکو)

بِالنَّاصِيَةِ ۝۱۵ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝۱۶ فليُنْذِرْ نَادِيَهُ ۝۱۷ سَنُدْعُ الرَّبَّانِيَةَ ۝۱۸

پیشانی کے بالوں سے (پکڑ کر) ۝ پیشانی جھوٹی خطا کار ۝ پس چاہئے کہ وہ بلا لے اپنی مجلس کو ۝ یقیناً ہم بھی بلا لیں گے عذاب کے فرشتوں کو ۝

كَلَّا لَا تَطَّعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝۱۹

ہرگز نہیں! نطاعت کریں آپ اس کی اور سجدہ کیجئے اور قرب حاصل کیجئے ۝

رسول اللہ ﷺ پر نزول کے اعتبار سے یہ قرآن کی اولین سورت ہے یہ نبوت کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی، جب آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ پس جبریل علیہ السلام پیغام الہی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا کہ آپ پڑھیں مگر آپ نے عذر پیش کیا اور کہا ”میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔“ جبریل بار بار یہی بات دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ ”اپنے رب کا نام لے کر پڑھیں جس نے پیدا کیا۔“ یعنی جس نے عام مخلوق کو پیدا کیا پھر انسان کو خاص کر کے اس کی تخلیق کی ابتدا کا ذکر کیا فرمایا: ﴿مِنْ عَلَقٍ﴾ ”خون کے لوتھڑے سے (پیدا کیا۔)“ پس جس ہستی نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی تدبیر کی لازم ہے کہ وہ امر و نہی کی بھی تدبیر کرے اور یہ کام وہ رسول بھیج کر اور کتابیں نازل کر کے سرانجام دیتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے پڑھنے کا حکم دے کر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا۔



﴿اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ ”پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔“ یعنی آپ کا رب بہت زیادہ اور وسیع صفات کا مالک بہت زیادہ کرم و احسان اور بے پایاں جود والا ہے۔ جس کا کرم یہ ہے کہ اس نے مختلف انواع کے علوم کے ذریعے سے تعلیم دی اور ﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ ”قلم کے ذریعے سے سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔“ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ماں کے پیٹ سے نکالا وہ اس وقت کچھ نہیں جانتا تھا اس کو سماعت، بصارت اور عقل سے بہرہ ور کیا اس کے لیے حصول علم کے تمام اسباب آسان کیے اسے قرآن کی تعلیم دی، حکمت سکھائی اور قلم کے ساتھ علم عطا کیا جس کے ذریعے سے تمام علوم کو محفوظ اور حقوق کو ضبط کیا جاتا ہے اور وہ لوگوں کے لیے ایسا اپیلچی ہوتا ہے جو ان کے لیے بالمشافہ خطاب کا قائم مقام ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کا احسان ہے جس نے اپنے بندوں کو ان نعمتوں سے نوازا جن کی وہ جزا دینے پر قادر ہیں نہ شکر ادا کرنے پر پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں تو نگری اور کشائش رزق سے نوازا مگر انسان نے اپنے ظلم و جہالت کی بنا پر جب اپنے آپ کو غنی دیکھا تو سرکشی اور بغاوت پر اتر آیا ہدایت کے مقابلے میں تکبر کیا اور بھول بیٹھا کہ اسے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے اور جزا سے نہ ڈرا بلکہ وہ اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ خود بھی ہدایت کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسروں کو بھی ہدایت چھوڑنے کی دعوت دیتا ہے۔ پس وہ نماز پڑھنے سے روکتا ہے جو اعمال ایمان میں سب سے افضل عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس متکبر اور سرکش سے فرماتا ہے: ﴿أَرَأَيْتَ﴾ ”بندہ جب نماز پڑھے اس کو نماز پڑھنے سے روکنے والے! مجھے بتا۔“ ﴿إِنْ كَانِ﴾ ”بھلا نماز پڑھنے والا بندہ ﴿عَلَى الْهَدَى﴾ اگر حق کا علم رکھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا ہو ﴿أَوْ أَمَرَ﴾ یا دوسروں کو حکم دیتا ہو ﴿بِالتَّقْوَى﴾ ”تقویٰ کا“۔ کیا یہ اچھی بات ہے کہ ایسے شخص کو روکا جائے جس کا یہ وصف ہے؟ کیا اس کو روکنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے بڑی دشمنی اور حق کے خلاف جنگ نہیں؟ کیونکہ نبی کا رخ صرف اسی کی طرف ہوتا ہے جو فی نفسہ ہدایت پر نہیں ہوتا یا وہ دوسروں کو تقویٰ کے خلاف حکم دیتا ہے۔

﴿أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ﴾ ”بھلا بتلا! حق سے روکنے والے نے اگر جھٹلایا ہو ﴿وَتَوَلَّى﴾ اور حکم سے منہ موڑا ہو کیا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے عذاب سے نہیں ڈرتا؟ ﴿أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى﴾ ”کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ اسے دیکھتا ہے۔“ جو عمل وہ کرتا اور جو فعل وہ سرانجام دیتا ہے؟ اگر وہ اپنے حال پر جمار ہا تو اس کو وعید سنائی پس فرمایا: ﴿كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ﴾ ”جو کچھ وہ کہتا اور کرتا ہے اگر اس سے باز نہ آیا ﴿لَنَسْفَقًا بِالنَّاصِيَةِ﴾ تو ہم اس کی پیشانی کو بڑی سختی سے پکڑیں گے اور یہ اسی کی مستحق ہے، کیونکہ یہ ﴿نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾ پیشانی اپنے قول میں جھوٹی اور اپنے فعل میں خطا کار ہے۔

﴿فَلْيَنْع﴾ ”یعنی یہ شخص جس پر عذاب واجب ہو چکا ہے ﴿نَادِيَةٍ﴾ اپنے اہل مجلس اپنے ساتھیوں اور ان



لوگوں کو بلا لے جو اس کے ارد گرد ہیں تاکہ وہ اس عذاب کے خلاف اس کی مدد کریں جو اس پر نازل ہوا ہے۔ ﴿سَنُعَذِّبُكَ﴾ ہم بھی اس کو پکڑنے اور اس کو سزا دینے کے لیے جہنم کے داروغوں کو بلا لیں گے پھر وہ دیکھے گا کہ کون سا فریق زیادہ طاقتور اور زیادہ قدرت والا ہے۔

یہ اس روکنے والی ہستی اور اس عقوبت کا حال ہے جس کی وعید سنائی گئی ہے۔ رہا اس شخص کا حال جس کو روکا گیا تو اس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس روکنے والے کی طرف دھیان ہی دے اور نہ اس کی نہی پر عمل ہی کرے چنانچہ فرمایا: ﴿كَلَّا لَا طُغْيَٰءَ﴾ ”دیکھ! اس کی اطاعت نہ کرنا۔“ یعنی وہ صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں خسارہ ہوتا ہے ﴿وَاسْجُدْ﴾ اور اپنے رب کے لیے سجدہ کیجیے ﴿وَاقْتَرِبْ﴾ سجدوں وغیرہ اور دیگر نیکیوں اور عبادات سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیجیے، کیونکہ یہ تمام عبادات اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے قریب کرتی ہیں۔ یہ ہر اس شخص کے لیے عام ہے جو بھلائی سے روکتا ہے اور ہر اس امر کے لیے عام ہے جس سے روکا گیا ہے اگرچہ یہ آیات ابوجہل کے بارے میں اس وقت نازل ہوئیں جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکا آپ کو تعذیب دی اور اذیت پہنچائی۔

## تَفْسِيرُ سُورَةِ الْقَدْرِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 اللہ کے نام سے (اشروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے  
 سُورَةُ الْقَدْرِ  
 (۹۷) مَكِّيَّةٌ (۲۸)

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا اَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝  
 بلاشبہ ہم نے نازل کیا اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں ۝ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے لیلۃ القدر؟ ۝ لیلۃ القدر

خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنْزِيلُ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوحُ فِيهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ  
 بہتر ہے ایک ہزار مہینوں سے ۝ نازل ہوتے ہیں فرشتے اور روح (جبریل) اس (رات) میں اپنے رب کے حکم سے

مِّنْ كُلِّ اَمْرِ ۝ سَلَامٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

ہر کام کے لئے ۝ سلامتی (ہی سلامتی) ہے وہ رات یہاں تک کہ طلوع ہو فجر ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کی فضیلت اور اس کی بلند قدر و منزلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ ”بے شک ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَرَّكَةٍ﴾ (الدخان: ۳/۴۴) ”بے شک ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے۔“ اس کا شب قدر میں نازل کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نازل کرنے کی ابتدا رمضان المبارک میں اور شب قدر میں کی۔ شب قدر کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عام رحمت فرمائی؛ بندے جس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اس کی عظیم



قدر و منزلت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی فضیلت کی بنا پر اس کو ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ کے نام سے موسوم کیا گیا، نیز اس لیے بھی اس کو ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ کہا گیا کہ سال بھر میں جو کچھ واقع ہوتا ہے، یعنی عمر رزق، دیگر تقدیر وغیرہ اس میں مقدر کر دی جاتی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت شان اور عظمت مقدار بیان کی چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ ”اور تجھے کس نے خبر دی کہ شب قدر کیا ہے؟“، یعنی اس کی شان بہت جلیل اور اس کا رتبہ بہت عظیم ہے۔ آپ کو اس کا علم نہیں۔ ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ یعنی قدر کی رات فضیلت میں ایک ہزار مہینے کے برابر ہے۔ وہ عمل جو شب قدر میں واقع ہوتا ہے، ایک ہزار مہینے میں جو شب قدر سے خالی ہوں واقع ہونے والے عمل سے بہتر ہے۔ یہ ان امور میں سے ہے جن پر خرد حیران اور عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ضعیف القوی امت کو ایسی رات سے نوازا جس کے اندر عمل ایک ہزار مہینوں کے عمل سے بڑھ کر ہے، یہ ایک ایسے معرخص کی عمر کے برابر ہے جسے اسی سال سے زیادہ طویل عمر دی گئی ہو۔

﴿تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا﴾ یعنی فرشتے اور جبریل امین اس رات میں کثرت سے نازل ہوتے ہیں ﴿مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَّمَ﴾ ”ہر کام کے لیے یہ (رات) سلامتی ہے۔“ یعنی شب قدر ہر آفت اور ہر شر سے سلامت ہے اور اس کا سبب اس کی بھلائی کی کثرت ہے۔ ﴿حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ ”صبح کے طلوع ہونے تک۔“، یعنی اس رات کی ابتدا غروب آفتاب اور اس کی انتہا طلوع فجر ہے۔

اس رات کی فضیلت میں تو اتر سے احادیث وارد ہوئی ہیں، نیز یہ کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں، خاص طور پر طاق راتوں میں واقع ہوتی ہے اور یہ رات ہر سال آتی ہے اور قیمت تک باقی رہے گی، اسی لیے نبی اکرم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے تھے اور کثرت سے عبادت کرتے تھے اس امید میں کہ شاید شب قدر مل جائے۔ واللہ اعلم

### تَفْسِيرُ سُورَةِ الْبَيْتَةِ

اِنَّا أَنشَأْنَاهُ ذِكْرًا مَّحْمَدًا	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اللہ کے نام سے (شرح) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے	سُورَةُ الْبَيْتَةِ (98 مَائِدَتُهُ 1-10)
---	--	--

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۚ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۚ فِيهَا كُتِبَ قِسْمَةٌ ۖ وَمَا وَاضِعٌ دَلِيلٌ ۚ (یعنی) ایک رسول اللہ کی طرف سے وہ پڑھے صحیفے پاکیزہ ۚ ان (صحیفوں) میں احکام ہیں درست معتدل ۚ اور نہیں